احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظمِ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

گذشتہ سے پیوستہ

(۴) عقوبات

عقوبات کی بحث اصولی اور کلی ہے

قرآنِ حکیم نے اصلاحِ معاشرہ کے لئے "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی تاکید پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جرائم کی روک تھام اور مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہونچانے کے لئے سزاؤں کا بھی حکم دیا ہے، لیکن اس نے حسبِ معمول یہاں بھی اصولی اور کلی روش اختیار کی ہے جس سے حالات و زمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جن چند جرائم کی سزاؤں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:-

زنا کی سزا

(۱) زنا کی سزا۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ۲۴/۲	زانی اور زانیہ ہر ایک کو سَو سَو کوڑے مارو، ان دونوں پر اللہ کا قانون نافذ کرنے میں رحم نہ حائل ہونا چاہئے، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور سزا دیتے وقت مؤمنوں کا ایک مجمع موجود ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے مطابق یہ سزا کنوارے غیر شادی شدہ کے لئے ہے لیکن شادی شدہ

مجرم کی سزا رجم (سنگساری) مقرر ہے جس کی مشابہت قومِ لوط علیہ السلام کی سزا سے ہے۔

وشرع رجم الزانی لتشبیھا برجم قومِ لوطؑ [1]	اور زانی کے لئے رجم مقرر ہے جو قومِ لوطؑ کے رجم سے مشابہ ہے۔

چوری کی سزا | (۲) چوری کی سزا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ ۵/۴۳	چور خواہ مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو جو کچھ انھوں نے کیا ہے اللہ کی طرف سے یہ اس کی سزاء ہے۔

تہمت کی سزا | (۳) تہمت کی سزا۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ ۲۴/۴	اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی کوئی شہادت نہ قبول کرو۔

ڈاکہ زنی اور بغاوت کی سزا | (۴) ڈاکہ زنی کی سزا۔

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ۵/۳۳	بیشک ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں خرابی پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جہتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

[1] السیاستہ الشرعیہ ص۱۰۴

امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ سے "اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" کی تفسیر حبس (قید کرنا) منقول ہے[۱]
اور قتل کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تلوار ہی استعمال کی جائے بلکہ دوسری چیزوں سے بھی قتل کی اجازت ہے[۲]

قتل کی سزا | (۵) قتل کی سزا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى[۲]

اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے آزاد آدمی کے بدلہ آزاد آدمی غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت!

ان سزاؤں پر تفصیلی گفتگو سے پہلے چند امور کی وضاحت ضروری ہے:۔

دور کی تبدیلی سے دو قسم کی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں | (۱) دور کی تبدیلی سے معاشرتی زندگی میں دو قسم کی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ (۱) تنظیمی اور (۲) اخلاقی۔

تنظیمی تبدیلیوں کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں ہوتا ہے اور اخلاقی تبدیلیوں کو بہمہ وجوہ قبول کرنے سے ملی وجود ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) جن مذاہب کی تعلیمات کا دائرہ محدود اور اجتماعیات میں زیادہ دخیل نہیں ہوتا ہے۔ ان کے ماننے والوں کو کسی قسم کی تفریق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔، وہ بڑی آسانی سے ہر قسم کی تبدیلیوں کے ساتھ سمجھوتہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس "اقدام" سے جب ملی وجود خطرہ میں پڑتا ہے تو اس کی تلافی قوم و وطن کے نام سے کر لیتے ہیں۔

لیکن جس مذہب کی تعلیمات کا دائرہ وسیع اور انفرادیت و اجتماعیت دونوں کو حاوی ہوتا ہے اس میں اور ان تبدیلیوں میں قدم قدم پر ٹکراؤ کی صورت نمودار ہوتی ہے، جس کی بنا پر اس مذہب کے ماننے والوں کو سخت قسم کی کشمکش سے گذرنا پڑتا ہے۔

ٹکراؤ مذہب سے نہیں بلکہ قدیم و جدید میں ہوتا ہے | (۳) یہ ٹکراؤ دراصل مذہب سے نہیں ہوتا ہے بلکہ قدیم و جدید میں ہوتا ہے جو کہ فطری ہے اور جدید کا فتحیاب ہونا یقینی ہے۔

---

[۱] الاحکام السلطانیہ ص ۵۱ [۲] السیاسۃ الشرعیہ ص ۲۸۵

مذہب "قدیم تنظیم" کا نام نہیں ہے بلکہ ان تعلیمات کا ہے جو اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہیں۔
جس طرح "قدیم" کو ان کے ذریعہ مذہبی بنایا گیا تھا اسی طرح "جدید" کو ہر دور میں ان کے ذریعہ مذہبی بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن چوں کہ مذہب اب تک "قدیم تنظیم" سے وابستہ رہا ہے اس بناء پہ اُس کی شکست مذہب کی شکست سمجھی جاتی ہے۔

(۴) کوئی تنظیم اسی وقت مذہبی بنتی ہے جبکہ مذہب کے اخلاقی اقدار کو اس میں حلول کیا جائے اور اگر اخلاقی اقدار میں تبدیلی کی گئی یا جدید تنظیم کو اسی حالت میں قبول کر لیا گیا تو نہ صرف یہ کہ اس مذہب اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں کوئی فرق نہ رہے گا بلکہ ملّی وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ اور پھر چار و ناچار اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے قومیت وغیرہ کا سہارا ڈھونڈھنے پر مجبور ہونا پڑے گا جیسا کہ بعض مسلم ممالک میں یہ تحریکیں اسی بنا پر زور پکڑتی جا رہی ہیں۔

مذہب اخلاقی تبدیلیوں سے سمجھوتہ کے لئے تیار نہیں ہے

(۵) جدید معاشرہ میں تنظیمی تبدیلیوں کے ساتھ جس قسم کی اخلاقی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کے لحاظ سے زناء، تہمت، چوری وغیرہ اس درجہ کے جرائم تسلیم ہی نہیں کئے گئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی سخت قسم کی سزا مقرر کی جائے۔

جس معاشرہ میں جرائم کی پرورش ہوتی ہو اور عفت و عصمت کے آبگینے بہ سرِ عام چکنا چور کئے جاتے ہوں وہ اگر زناء کی تقسیم رضاء اور جبر کے ساتھ کر کے زناء بالجبر کو جرم قرار دے اور زناء بالرضاء کو تفریح کا ذریعہ بنائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟

اور پھر جب پانی سر سے اونچا ہو جائے اور زناء و جرائم پیشگی گھر گھر عام ہو جائے تو اس قسم کی تجویزیں پیش کی جائیں کہ "جنسی جرائم کے عادی مجرموں کو بجائے سالہا سال تک جیل میں بند رکھنے کے جنسی قوت سے بذریعہ آپریشن محروم کر دیا جائے جیسا کہ لندن کی ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر "میری اسٹاک" نے ابھی حال میں یہ تجویز پیش کی ہے اور "ڈنمارک" کے حوالہ سے بتایا ہے کہ وہاں چوں کہ اس قسم کا قانون نافذ ہے اس بنا پر جنسی جرائم کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے [۱]

[۱] صدق جدید ۳۰ر اپریل ۶۵ء

اسلام بہرحال اس قسم کی اخلاقی تبدیلیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ ان کی وجہ سے اپنی سزاؤں میں ترمیم و تنسیخ کا حق دیتا ہے۔

جدید تنظیم کے لئے اخلاقی تبدیلیوں کو قبول کرنا ضروری نہیں ہے

(۶) یہ خیال قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کہ جب جدید تنظیم کو قبول کیا جائے گا تو اس کے ساتھ اخلاقی تبدیلیوں کو بھی بعینہٖ قبول کرنا ناگزیر ہوگا۔ آخر وہ کون سی اخلاقی برائی ہے جو قدیم تنظیم کے ساتھ وابستہ ہوگئی تھی، لیکن داعیِ انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح الٰہی تعلیمات کے ذریعہ اس کو پاک وصاف بنایا تھا۔

اندازِ فکر بدلنے کی ضرورت ہے، مذہب اب تک "قدیم تنظیم" کو سمجھا جارہا ہے چوں کہ اس کا دور ختم ہوچکا ہے اس بنا پر مذہب کے نام پر چند مراسم وعبادات سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے خواہ اس کا نام حفاظتِ دین رکھا جائے یا طبیعت خوش کرنے کے لئے اقامتِ دین کا نام دے دیا جائے، نتیجۃً دونوں ایک ہیں، نہ قرونِ وسطیٰ کا دور واپس آئے گا اور نہ زمانہ ہماری خاطر رجعتِ قہقری اختیار کرے گا۔ پھر قدیم تنظیم کے سہارے کامیابی کی راہیں کیوں کر کھلیں گی ؟ علماءِ عبادات اور علماءِ مراسم کی کوششیں سر آنکھوں پر ہیں لیکن آل کے لحاظ سے یہ کوششیں اسی راہ پر گامزن ہیں جو راہ یورپ کی "نشاۃ ثانیہ" نے دکھلائی ہے۔ پوپ اور پادری اب بھی موجود ہیں لیکن دنیوی حالات ومعاملات کی رہبری سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ عزت واحترام اور عقیدت ونیاز کے چڑھاوے برابر چڑھ رہے ہیں لیکن بس اسی حد تک کہ ان کے ذریعہ زندگی کا خالی خانہ پُر ہوکر نفس کی تسکین کا سامان ہو۔

حدود حقوق اللہ ہیں

(۷) مذکورہ حدود حقوق اللہ اور جرائم رئیسہ کی عقوبتِ کاملہ کہلاتی ہیں ان کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ مجرم کو کیفرِ کردار تک پہونچایا جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ پورے معاشرہ کو عبرت وتنبیہ حاصل ہو، زنا کی وجہ سے برسرِ عام ایک بار کوڑے لگ جانا نہ معلوم کتنے زانیوں کے لئے تازیانۂ عبرت بنے گا۔ اور کتنے نائٹ کلبوں کے ننگے ناچ بند ہوجائیں گے۔

اسی طرح چوری کی سزا میں ایک کا ہاتھ کٹ جانا اور مرتے دم تک اس داغ کا برقرار رہنا نہ معلوم کتنے چوروں کو چوری سے باز رکھے گا اور خود ان مجرموں کو ہمیشہ کس قدر ندامت محسوس ہوتی رہے گی؟

انتہائی احتیاط کا حکم | چوں کہ ان سزاؤں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اس بنا پر شریعت نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

(۱) ادفعوا الحدود عن عباد اللہ ما وجدتم له مدفعا۔[۱]	کوئی صورت بھی بچاؤ کی نکل سکے تو اللہ کے بندوں سے حدود کو دفع کرو۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا :-

(۲) ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطئ فی العقوبة۔[۲]	جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو اور اگر بچاؤ کی کوئی صورت نکل سکے تو ان کا راستہ چھوڑ دو، امام (خلافت) کے لئے معافی میں غلطی کر جانا سزا میں غلطی کر جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا :-

تعافوا الحدود بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب[۳]	آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو کیوں کہ جو حد مجھ تک پہونچے گی وہ واجب ہو جائے گی۔

شبہ کی صورت میں بھی حدود ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :-

ادرؤا الحدود بالشبهات[۴]	شبہات سے حدود کو دفع کر دو۔

اس حدیث کی روشنی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

لان اعطل الحدود بالشبهات احب الی من ان اقیمها بالشبهات[۵]	حدود کو شبہات کے ذریعہ ساقط کر دوں میرے لئے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ شبہات کی موجودگی میں حدود قائم کروں۔

---

[۱] ابن ماجہ [۲] ترمذی و بیہقی۔ [۳] جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۷۴

[۴] ہدایہ و حاشیہ ہدایہ کتاب الحدود۔ [۵] احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید ج ۴ ص ۱۰۷۔

حدود جاری نہ ہونے کی صورت میں دوسری سزا دی جا سکتی ہے

اسی طرح ثبوت اور شہادت کا جو معیار مقرر ہے اس میں بھی انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے جس کی بناء پر حدود کے نفاذ کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلامی سزاؤں کی فہرست میں صرف حدود ہی ہیں بلکہ الٰہی شریعت نے حالات وزمانہ کی رعایت سے دو قسم کی سزائیں مقرر کی ہیں (۱) حدود اور (۲) تعزیرات۔

جس طرح حدود کا دائرہ حقوق اللہ ہونے کی وجہ سے تنگ ہے اسی طرح تعزیرات کا دائرہ حقوق العباد ہونے کی وجہ سے وسیع ہے، حتیٰ کہ مذکورہ جرائم رئیسہ میں بھی اگر کسی معقول وجہ کی بناء پر حدود اللہ نہ جاری ہوسکیں تو چوں کہ ان کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے اس بناء پر حکومت مختلف سزاؤں کے لئے قانون بنانے کی مجاز ہے۔

حدود کی حیثیت اور شریعت

ذیل میں دونوں سزاؤں کی حیثیت اور حکومت (خلافت) کے اختیارات کی وسعت ذکر کی جاتی ہے۔

"حد" کی اصل۔

اصل الحد الشیئ الحاجز بین شیئین[۱] "حد" اس شی کو کہتے ہیں جو دو شے کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے۔

تعریف یہ ہے:۔

عقوبۃ مقدرۃ لاجل حق اللہ تعالیٰ[۲] شریعت میں "حد" حقوق اللہ کے سبب سے مقررہ سزا ہے۔

حد کی حیثیت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

فان اقامۃ الحد من العبادات کالجهاد فی سبیل اللہ[۳]

"حد" قائم کرنا عبادات میں سے ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے حدود اور حقوق کی دو قسمیں کی ہیں:۔

(۱) وہ جن کا تعلق پوری قوم سے ہے (۲) وہ جن کا تعلق فرد معین سے ہے۔

زنا۔ سرقہ۔ ڈاکہ زنی وغیرہ کے حدود کو ان میں شامل کیا ہے جن کا تعلق پوری قوم سے ہے اور سب

---

[۱] احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید ج۲ ص۲۰۱ [۲] حوالۂ بالا۔ [۳] السیاسۃ الشرعیہ ص۹۵

ان کے محتاج ہیں[1]

حدود کے نفاذ میں حکومت خود مدعی ہے	چوں کہ حدود کی ایک خاص حیثیت اور ان سے نہی عن المنکر مقصود ہے، اس بناء پر ان کے قیام کی حکومت خود ذمّہ دار اور خود مدّعی ہے۔

يجب على الولاة البحث عنه واقامته من غير دعوى احد به وكذلك تقام الشهادة فيه من غير دعوى احد به[2]

حاکموں پر بحث واجب ہے اور کسی کے دعویٰ کے بغیر اس کا قائم کرنا واجب ہے، اسی طرح دعویٰ کے بغیر شاہد مقرر کرنا واجب ہے۔

بہت سی معمولی اور غیر معمولی باتوں سے حدود ساقط ہوجاتے ہیں	معاملہ عدالت میں جانے سے پہلے اگر توبہ کرلے یا اقراری مجرم اپنے اقرار سے پھر جائے یا گواہوں میں کوئی اپنے قول سے رجوع کرلے وغیرہ اس قسم کی بہت سی

صورتیں اور دیگر معمولی معمولی باتیں ہیں جن سے حدود ساقط ہوجاتے ہیں۔

اس بناء پر جرائم رئیسہ کے لئے بھی حالات وزمانہ کی رعایت سے تعزیری قوانین وضع کرنے ضروری ہیں اور ایک ایسی عدالت کا قیام ناگزیر ہے جو ان مقدمات کی سماعت کرے جو محض اس بناء پر خارج کردیئے گئے ہیں کہ حدود کے درجہ کا ثبوت نہیں فراہم ہوسکا ہے یا گواہ معیار کے مطابق پورے نہیں اترے ہیں، اور اگر یہ انتظام نہ کیا گیا بلکہ جرائم رئیسہ کی سزا صرف حدود ہی رکھی گئی تو مذکورہ جرائم کی بہت سی شکلیں ایسی پائی جائیں گی جن میں کوئی سزا نہ ہوگی اور جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی، فقہ کی بعض کتابوں میں والی الجرائم اور صاحب الشرطہ کی اصطلاحیں ملتی ہیں جن کے دائرۂ اختیار میں ان مقدمات کی سماعت بھی تھی جو شرعی معیار کے مطابق ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے خارج ہوجاتے تھے، تحقیق وتفتیش اور فرد جرم عائد کرنے کے باب میں ان کا نقطۂ نظر عدالتِ قضاء سے زیادہ وسیع ہوتا تھا۔

ذیل میں چند صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے اندازہ ہوسکے گا کہ حدود کے علاوہ سیاستِ شرعیہ کے ماتحت حالات وزمانہ کی رعایت سے مختلف قسم کی سزائیں مقرر کرنا ناگزیر ہے۔

---

[1] السیاسۃ الشرعیہ ص۶۳ [2] حوالۂ بالا ص۶۴

ضابطہ کے مطابق شہادت نہ گزرنے سے حد کا سقوط

(۱) ایک فاجر وفاسق شخص کے زناء پر شہادتیں گذریں لیکن ضابطہ کے مطابق حد کے درجہ کی یہ شہادتیں نہیں تو ایسا نہ ہوگا کہ اُس شخص کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور گواہوں پر حدِ قذف لگائی جائے بلکہ معاملہ کی تحقیق اور ثبوت کے بعد وہی عدالت یا دوسری عدالت حد کے علاوہ دوسری سزا دینے کی مجاز ہوگی۔

للدولة تقديرالعقوبات الواجبة	جرم کے اثر اور اس کی حیثیت کے لحاظ سے حکومت
حسب اثرالجرم وخطورته [۱]	کو سزائیں مقرر کرنا ضروری ہے۔

(۲) فقہ میں ایک مستقل باب " باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ " کے عنوان سے ہے جس میں بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل پایا جاتا ہے لیکن " حد " نہیں واجب ہوتی ہے۔

زناء کی اجرت سے حد کا سقوط

(۳) مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ اگر کسی عورت کو زناء کے لئے کرایہ پر لیا اور اس سے مُنہ کالا کیا تو اس پر حد نہ لگے گی [۲] صاحبین کے نزدیک اس صورت میں (بشرطِ ثبوت) اگرچہ حد واجب ہوگی لیکن امام ابوحنیفہؒ کی دلیل سیدنا حضرتِ عمرؓ کا یہ فیصلہ ہے۔

ان امرءة سألت رجلامالا	ایک عورت نے کسی مرد سے مال مانگا اور اس نے
فابى ان يعطيها حتى تمكنه	کہا کہ اگر تو اپنے اوپر قابو دیدے تو مال دینے
من نفسها فدرأعمرالحد	کے لئے تیار ہوں، اس صورت میں حضرتِ عمرؓ نے
وقال هذا مهرها [۳]	یہ کہہ کر حد ساقط کردی کہ مال اس کا مہر ہے۔

مذکورہ تصریح کے مطابق طوائفوں اور ان سے متعلق عادی مجرموں پر حدِ زناء کی کوئی صورت نہیں رہتی ہے۔ حالانکہ بسا اوقات معاشرتی اصلاح کے لئے ان پر حد جاری کرنا ضروری ہوتا ہے، ایسی حالت میں اگر حکومت کے اختیارات کی وسعت نہ تسلیم کی گئی یا صرف " حد " تک زناء کی سزا کو محدود رکھا گیا تو اس کا نتیجہ نہایت بھیانک شکل میں ظاہر ہونا یقینی ہے۔

---

[۱] الدستورالقرآنی صفحہ ۲۳ [۲] دررالاحکام شرح غررالاحکام ج ۲ صفحہ ۶۹ [۳] حوالۂ بالا۔

فعل اور محل میں شبہ سے حد کا سقوط (۳) فعل زنا میں کسی قسم کا شبہ پایا جائے یا محل میں شبہ پایا جائے تو بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ مثلاً :۔

کسی عورت کو مال کے بدلے طلاق بائنہ ہو چکی ہے اور وہ عدت میں ہے یا طلاق مغلظہ دی جا چکی ہے۔ اور وہ عدت میں ہے، ایسی عورتوں سے اگر طلاق دینے والا یہ سمجھ کر زنا کرے گا کہ وہ میرے لئے حلال ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی عورت کو کنایۃً طلاقِ بائنہ دی گئی ہے اور اس سے طلاق دینے والے نے زنا کیا تو اگرچہ وہ اقرار کرے کہ میں نے حرام جان کر یہ حرکت کی ہے تو بھی حد ساقط ہو جائے گی۔[1]

گواہوں کے فسق سے حد کا سقوط (۴) عدالت میں زنا کا معاملہ گیا اور گواہوں نے گواہی بھی دی لیکن چاروں گواہ فاسق تھے یا تحقیق و تفتیش کے بعد وہ عادل نہ ثابت ہو سکے تو کسی پر حد نہ واجب ہو گی۔

فان کانوا اربعۃ فساقا او سئل	اگر چاروں گواہ فاسق ہوں یا تفتیش کے بعد عادل
عنہم فلم یزکو فلا حد علیہم	نہ ثابت ہوں تو ان پر حد نہیں ہے اور جس پر گواہی دی گئی
ولا حد علی المشہود۔[2]	ہے اس پر بھی حد نہیں ہے۔

توبہ سے حد کا سقوط (۵) عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے اگر مجرم توبہ کرلے تو تمام حدود ساقط ہو جاتے ہیں۔

ان الحدود کلھا تسقط بالتوبۃ[3] تمام حدود توبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

زنا کے بارے میں ہے :۔

ولو تاب قبل القدرۃ علیہ	اگر قدرت سے پہلے توبہ کرلی تو حد ساقط
یسقط عنہ الحد[4]	ہو جائے گی۔

حد ساقط ہونے کی صورت میں دوسری سزائیں غرض ایسی تمام صورتوں کے لئے جن میں حدود ساقط ہو جاتے ہیں، اور دوسری سزائیں ناگزیر ہوتی ہیں یہ حکم ہے :۔

---

[1] ہدایہ کتاب الحدود۔ [2] کتاب الخراج ص ۹۹ [3] المحلّیٰ ج ۱۱ ص ۱۲۶ [4] الاحکام السلطانیہ ص ۱۹۷۔

ولها ان تتصرف مع المجرمين في نطاق المصلحة [1] — حکومت کو اختیار ہے کہ مصلحت کے مطابق مجرمین کے ساتھ تصرف کرے۔

حکومت سیاستِ شرعیہ کے ماتحت سزا کے جو قوانین وضع کرے گی ان کے لئے ہر گوشہ اور شوشہ میں شریعت کی مطابقت ضروری نہیں ہے بس اس قدر کافی ہے کہ منجملہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں:۔

لا سياسة الا ما وافق الشرع [2] — سیاست وہی معتبر ہے جو شریعت کے موافق ہو

لیکن یہ موافقت کس قسم کی ہو؟ اس کی تشریح یہ ہے:۔

وان اردت لا سياسة الا ما نطق به الشرع فغلط وتغليط الصحابة [3] — شریعت کی موافقت سے اگر یہ مراد ہے کہ شریعت اس کے ساتھ ناطق ہے تو یہ غلط ہے اور صحابۂ کرام کی تغلیط ہے۔

حد کے نفاذ میں حکومت کے اختیارات

زناء کے لئے وضعِ قوانین کے علاوہ نفسِ حد کے باب میں بھی حکومت کے مختلف قسم کے اختیارات کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً

(۱) ایک انصاری شدید بیمار تھے اور اسی حالت میں ایک عورت سے زناء کرلیا پھر جذبۂ ایمانی کا تقاضہ ابھرا تو اپنے لئے رسول اللہؐ سے حکم دریافت کیا۔ لوگوں نے رسول اللہؐ کو بتایا کہ وہ اس قدر بیمار ہے کہ یہاں تک آنا بھی مشکل ہے، یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سَو کوڑوں کے بجائے سَو نرم ٹہنیوں کا مٹھا لے کر ایک ضرب لگا دو۔ [4]

(۲) ایک موٹی عورت گدھے پر سوار تھی اور روتی جاتی تھی چند اشخاص اس کو حضرتِ عمرؓ کے پاس پکڑ کر لائے اور گواہی دی کہ اس سے زناء کا فعل صادر ہوا ہے، سوال کرنے پر عورت نے اقرار کیا کہ بے شک اس سے زنا کیا گیا ہے مگر وہ زانیوں کو پہچانتی نہ تھی، حضرتِ عمرؓ نے یہ سن کر عورت کو بری کردیا اور فرمایا:۔

---

[1] الدستور القرآنی ص۲۲۳ [2] الطرق الحکمیہ ص۱۳ [3] حوالۂ بالا ص۱۳ [4] ابوداؤد و نسائی۔

لوقتلت ھذہ لاخشیت علی	اگر میں اس عورت کو قتل کر دیتا تو مجھ کو اندیشہ تھا کہ ابوقبیس
الاخشبین النار [۱]	اور احمر دونوں پہاڑیوں میں آگ لگ جاتی۔

(۳) ایک اور عورت کا معاملہ حضرتِ عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا اور اس نے کئی بار اقرار کیا جس سے ضابطہ کے مطابق حد واجب ہو گئی تھی، لیکن حضرتِ علیؓ نے فرمایا:

انھا تستھل بہ استھلال	کہ وہ اس طرح باتیں کرتی ہے جیسے وہ شخص کرتا ہو
من لا یعلم انہ حرام۔ [۲]	جس کو زناء کی حرمت کا علم نہ ہو۔

یہ سن کر حضرتِ عمرؓ نے حد ساقط کر دی۔

(۴) "شام" کے ایک ذمی نے سواری سے اتار کر ایک عورت سے زناء کیا اور ثبوت کے بعد حضرتِ عمرؓ نے بجائے حد لگانے کے اس کو سولی دی [۳]

اس قسم کی اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے حالات کی بناء پر حکومت کے اختیارات کی وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

ثبوتِ زناء کے طریقے | ثبوتِ زناء کے چار طریقے ہیں (۱) اقرار (۲) گواہ (۳) حمل اور (۴) چھ ماہ سے کم میں ولادت۔

مانعِ حمل اشیاء اس قدر ایجاد ہو چکی ہیں کہ ان کی موجودگی میں حمل اور ولادت کی نوبت بہت کم آتی ہے اسی طرح چار عینی شاہدوں کا "کالمیل فی المکحلہ" کے ساتھ گواہی دینا اور حاکمِ عدالت کے اعراض کے باوجود کسی شخص کا اپنے اقرار پر ثابت قدم رہنا نہایت مشکل ہے۔ اگر ثبوتِ زناء کے انہیں طریقوں پر اکتفاء کیا گیا تو موجودہ دور میں شاذ و نادر ہی زناء کے مقدمات کا ثبوت مل سکے گا۔ اس بناء پر معاشرتی اصلاح اور مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہونچانے کے لئے تحقیق و تفتیش کے ترقی یافتہ ذرائع اور طریقوں سے استفادہ ضروری ہے جب ہوس کی سرمستیوں نے ٹیکنکل انداز اختیار کر لیا ہے تو ان کے ختم کرنے کی راہوں اور تدبیروں میں کیوں کر جمود و تعطل سے کام لینے کی گنجائش ہے؟

---

[۱] کتاب الخراج ص ۱۰۹۔ [۲] الطرق الحکمیہ ص ۵۵۔ [۳] کتاب الخراج ص ۱۰۹

ان الفساد قد کثر وانتشر بخلاف	فساد زیادہ ہوگیا اور پھیل گیا ہے، پہلے زمانہ میں
حالہ فی العصر الاول ومقتضی	ایسا نہ تھا اس کی وجہ سے لازمی طور سے احکام
ذلک اختلاف الاحکام بحیث لا	میں اختلاف ہوگا اس طرح کہ شریعت سے وہ
تخرج عن الشرع [1]	نہ نکلنے پائیں۔

ثبوت کے طریقوں میں وسعت کی گنجائش چوں کہ حدود کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اس بنا پر حدود کا نفاذ ثبوت کے انہیں طریقوں کے ساتھ مناسب ہے جو سنت سے ثابت ہیں اور جو جرائم دوسرے طریقوں سے ثابت ہوں ان کے لئے دوسری سزائیں مقرر کی جائیں۔

یہ سزائیں بھی سخت ہوں گی کیوں کہ شریعت کا مقصود جرم کا استیصال ہے، اگر معمولی سزائیں مقرر کی گئیں جیسا کہ موجودہ دور میں جرائم کی پرورش کرنے والے معاشرہ میں دی جاتی ہیں تو ان سے شریعت کا مقصود نہ حاصل ہو سکے گا۔ مذکورہ احتیاط امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے مسلک میں ہے ورنہ امام شافعیؒ و احمدؒ وغیرہ کے نزدیک حدود کے ثبوت میں بھی وسعت سے کام لینے کی اجازت ہے۔

مذہب الشافعی واحمد واکثر الناس	امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اکثر لوگوں کے
جواز اثبات الحدود والکفارات	نزدیک حدود اور کفارات کا قیاس سے
بالقیاس خلافاً لاصحاب	ثابت کرنا جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے
ابی حنیفۃ۔ [2]	اصحاب کا اختلاف ہے۔

جب مقصود ثبوت ہے تو مذکورہ طریقوں کے علاوہ جس طریقہ سے بھی اونچا ثبوت فراہم ہو جائے حکومت کو حد جاری کرنے کا اختیار ہے۔

اصل دشواری ساری دشواریاں اس لئے پیش آتی ہیں کہ حکومت خود ہوس رانی و شہوت پرستی کو فروغ دیتی ہے اگر وہ ایمان داری کے ساتھ جرائم کا استیصال کرنا چاہے تو اس کے اختیارات کا دائرہ کسی طرح بھی تنگ نہیں ہے۔

---

[1] التبصرۃ لابن فرحون ج ۲ ص ۱۱۳۔ [2] الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۳۲۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے حدود کے باب میں افراط وتفریط کے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) ایک گروہ نے حدود کو معطل اور حقوق کو ضائع کر کے اہلِ فجور کو شر وفساد پر جرأت دلائی کیوں کہ اس نے شریعت کو اس قدر ناقص بنا دیا ہے کہ وہ بندوں کے مصالح کی نگہداشت نہیں کرتی ہے اور لامحالہ اللہ کے بندے غیر کے محتاج بننے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا گروہ اس کے مقابل ہے جس نے اللہ ورسول کے حکم کے خلاف بہت سی باتوں کو شریعت میں داخل کر دیا ہے۔

ان دونوں کو کتاب وسنت کی صحیح معرفت نہیں حاصل ہوئی ہے۔[۱] پھر کہتے ہیں:۔

ان مقصوده اقامة العدل بين	اللہ کا مقصود بندوں کے درمیان عدل کا قائم
عباده وقيام الناس بالقسط فاى	کرنا اور انصاف پر لوگوں کو مضبوط کرنا ہے جس
طريق استخرج بها العدل والقسط	طریقہ سے بھی عدل وانصاف کی نمود ہوگی وہ دین
فهي الدين ليست مخالفة له[۲]	سے ہوگا دین کے خلاف نہ ہوگا۔

چوری کی صورتیں جن میں دوسری سزائیں ناگزیر ہیں

(۲) سرقہ کی بھی بہت سی صورتیں پائی جاتی ہیں جن میں حد نہیں واجب ہوتی ہے لیکن حالات وزمانہ کی رعایت سے دوسری سزائیں ناگزیر ہوتی ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) چور نے کسی گھر میں نقب لگائی اور وہ داخل ہوا لیکن مال لے کر باہر کے شخص کو دیتا رہا جیسا کہ عام طور پر نقب کی چوریوں میں ہوتا ہے تو دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

فلا قطع عليهما[۳] — دونوں کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۲) کسی نے جانور اور اس پر لدے ہوئے سامان کی چوری کی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

لم يقطع[۴] — نہ قطع کیا جائے۔

(۳) کسی نے کسی پر چوری کا دعویٰ کیا اور اس کے پاس مال موجود ہے لیکن چور چوری سے انکار کر رہا ہے اور مدعی کے پاس گواہ بھی نہیں ہے تو ایسی حالت میں قطعِ ید نہ ہوگا بلکہ دوسری سزا دی جائے گی۔

---

[۱] الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۴۔ [۲] حوالۂ بالا۔ [۳] ہدایہ کتاب السرقہ صفحہ ۵۲۵۔ [۴] الاحکام السلطانیہ صفحہ ۱۹۸

قال عامة المشائخ انه یعزر[۱] عام مشائخ کا قول ہے کہ اس کو دوسری سزا دی جائے

(۴) غیر محفوظ مال اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی چوری میں قطعِ ید نہیں ہے۔[۲]

(۵) معاملہ عدالت میں جانے سے پہلے چور نے توبہ کرلی اور مسروقہ مال یا اس کا عوض واپس کر دیا تو حد ساقط ہوجائے گی۔[۳]

"حد" کا تعلق چوں کہ حقوق اللہ سے ہے اس بناء پر اس کا محل خاص ہے اگر اسی پر اکتفاد کیا گیا اور سیاست شرعیہ کے ماتحت سرقہ کی دوسری سزائیں نہ مقرر کی گئیں تو پورا معاشرتی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

فقہ کی کتابوں میں چوری کی بہت سی شکلیں مذکور ہیں جن میں صرف سقوطِ حد کا تذکرہ ہے کسی اور سزا کا ذکر نہیں ہے اور بہت سی ایسی ہیں کہ جن میں سزاؤں کے بغیر امن وامان اٹھ جانا یقینی ہے، ایسی حالت میں اصلاحِ معاشرہ اور مجرموں کی سرکوبی کی دو ہی صورتیں ہیں:-

(۱) حدِ سرقہ کے دائرہ کو وسیع کیا جائے (۲) حد کے علاوہ شریعت کی روح کے مطابق دوسری سزائیں مقرر کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ ہر ہوشمند دوسری صورت کو ترجیح دے گا

چوری کی مقدار میں ترجیح کا حق | قرآنِ حکیم میں مطلقاً حدِ سرقہ کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے مطابق فقہاءِ کرام نے مال کی مقدار مقرر کی ہے جس کے چوری کرنے سے حد واجب ہوتی ہے۔ مثلاً:-

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی مقدار دس درہم یا ایک دینار کے برابر ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ ہے، امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم ہے، ابراہیم نخعی چالیس درہم کہتے ہیں، اور داؤد ظاہری کے نزدیک کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ بلکہ قلیل وکثیر کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔[۴]

قطعِ ید جب حکومت کا قانون قرار پائے گا تو روایتوں کے پیشِ نظر کسی ایک مقدار کو ترجیح دینی ہوگی، وہ زمانہ ختم ہوچکا ہے جبکہ ایک امام کی فقہ حکومت کا قانون قرار پاتی تھی اب اگر اس راہ سے دین و مذہب کی کچھ خدمت کرنی ہے تو مختلف ائمہ کی فقہ سے استفادہ کئے بغیر چارہ نہیں ہے، اور وہی فقہ حکومت کا قانون بن سکے گی۔ جس کی ترتیب وتدوین میں موجودہ حالات وزمانہ کی رعایت کی گئی ہوگی جس طرح قدیم تدوین میں اُس وقت کے

[۱] نصاب الاحتساب ص۷۹۔ [۲] السیاسۃ الشرعیہ ص۱۰۱۔ [۳] الدستور القرآنی ص۲۲۔ [۴] الاحکام السلطانیہ ص۱۹۷

حالات وزمانہ کی رعایت کی گئی تھی۔

حد کے نفاذ میں مختلف وجوہ کی بناء پر رعایت

حدِ سرقہ کے نفاذ میں بھی مختلف وجوہ کی بناء پر رعایت کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) لا تقطع الایدی فی السفر [۱] سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

(۲) خمس (غنیمت کا پانچواں حصّہ) کے ایک غلام نے مالِ خمس میں چوری کی جب معاملہ رسول اللہ ؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس کا ہاتھ نہیں کٹوایا، اور فرمایا کہ دونوں خدا کا مال ہیں، ایک نے دوسرے کو چرا لیا ہے۔

حضرتِ عمرؓ نے فرمایا:۔

(۳) لا تقطع الید فی عذق وعام سنۃ [۲] خوشہ کی چوری اور قحط سالی میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

(۴) ایک شخص اپنے غلام کو حضرتِ عمرؓ کے پاس لایا اور کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرا لیا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے۔

حضرتِ عمرؓ نے فرمایا! تمہارے خادم ہی نے تمہارا مال لیا ہے، اس بناء پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ [۳]

(۵) حضرتِ معاویہؓ کے پاس چند چور پکڑ کر لائے گئے اور جرم ثابت ہونے کے بعد ان کے ہاتھ کاٹے گئے۔ صرف ایک چور باقی رہ گیا جب اس کے ہاتھ کاٹنے کی نوبت آئی تو چند اشعار پیش کئے اور شاعرانہ انداز میں اس نے معافی کی درخواست کی۔ حضرتِ معاویہؓ نے فرمایا:۔

کیف اصنع بك وقد — میں تیرے معاملہ میں کیا کر سکتا ہوں جبکہ
قطعت اصحابك [۴] — تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹے جا چکے ہیں

چور کی ماں نے جواب میں کہا:۔

اجعلها من جملۃ ذنوبك التی تتوب الی اللہ منھا [۵]۔ اس کو بھی منجملہ اور گناہوں کے شمار کر لیجئے جن سے آپ اللہ کی جناب میں توبہ کریں گے۔

یہ سن کر حضرتِ معاویہؓ نے اس چور کو چھوڑ دیا:۔

فخلی سبیلہ [۶] اس کے راستہ کو چھوڑ دیا۔

علامہ ماوردیؒ اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:۔

فکان اول حد ترك فی الاسلام [۷] یہ پہلی حد تھی جو اسلام میں ترک کی گئی۔ (باقی)

[۱] اعلام الموقعین ص ۱۳ ۔ [۲] ایضاً ۔ [۳] مالک ۔ [۴] الاحکام السلطانیہ ص ۱۹۱ ۔ [۵] حوالہ بالا ۔ [۶] حوالہ بالا ۔ [۷] حوالہ بالا